ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 05 No. 01. January-March 2026.Page# 2217-2230
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

A Comparative Study of Islamic Jurisprudence and Contemporary Cyber Laws in the Context of Preventing Cyber Crimes

سائبر جرائم کے انسداد کے تناظر میں اسلامی فقہ اور معاصر سائبر قوانین کا تقابلی مطالعہ

Dr. Amir Nawaz Khan
Assistant Professor of Islamaiyat, Department of Islamic Studies and Research University of Science and Technology Bannu
amirnawazkhan@gmail.com
Dr. Zeeshan
Lecturer, Department of Islamic Studies, KUST
dr.zeeshan2021@kust.edu.pk

Abstract

One of the biggest challenges of the digital era is also the cybercrime, which impacts individuals, institutions, and the national security of people throughout the world. The swift proliferation of internet use, online communication and online financial infrastructure has predisposed the societies to diverse cyber dangers like hacking, identity trafficking, internet fraud, internet bullying, and information breaches. Although modern legal frameworks have been putting in place dedicated cyber laws to govern online activities and deal with these crimes, ethical and moral aspects have not been sufficiently considered. This paper outlines a comparative critique of the Islamic jurisprudence (Fiqh) and the modern-day cyber laws with an aim of discussing how the two structures can help combat cyber crimes in order to ensure that digital rights and social justice are upheld. The study focuses on the conceptual framework of crime and punishment in the Islamic jurisprudence, namely the concepts of Hudud, Ta zirat, and Qiṣas, and whether they can be applied in current cyber-related crimes. The Islamic teachings give prominence to the safeguarding of the human dignity, privacy, property and trust, which are quite congruent with the goals of contemporary cyber security rules. The paper also analyzes modern cyber law such as the Prevention of Electronic Crimes Act (PECA) 2016 of Pakistan, and international cybercrime conventions, in their focus on their investigations, prosecution, and prevention process mechanisms. The research applies the comparative and analytic approach to diagnosing some major similarities and differences in the two systems. Modern cyber laws are more concerned with legal enforcement and technology protection but Islamic jurisprudence offers a wider ethical code as it gives a moral accountability, responsibility to the God and wrongdoing prevention by spiritual and social reform. The paper is based on the claim that the ethical values of the Islamic law can be combined with contemporary cyber legislation to develop a more effective approach to the prevention of cybercrime. Finally, the study reveals that the Islamic jurisprudence can provide beneficial normative principles to respond to new cyber threats and reinforce the modern legal systems. Through the balance of applying legal enforcement and ethical values, the societies especially those dominated by Muslims can establish a moderate method of governing the internet and safeguard technological advancement alongside moral duty on the internet.

Keywords: *Cybercrime, Islamic Jurisprudence, Cyber Laws, Digital Ethics, Data Privacy, Online Fraud, Islamic Legal Principles, Cyber Security, PECA 2016, Comparative Legal Study.*

1۔ تعارف (Introduction)

سائبر جرائم کا تعارف اور موجودہ دور میں اس کی اہمیت

سائبر جرائم وہ جرائم ہیں جو ڈیجیٹل ٹیکنالوجی، انٹرنیٹ اور کمپیوٹر نیٹ ورکس کے ذریعے انجام دیے جاتے ہیں۔ ان میں ہیکنگ، فشنگ، رینسم ویئر، آن لائن فراڈ، سائبر بولینگ، شناخت کی چوری، ڈیٹا لیک اور سائبر دہشت گردی شامل ہیں۔ یہ جرائم نہ صرف انفرادی بلکہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر معاشی، سماجی اور اخلاقی نقصان پہنچاتے ہیں۔ موجودہ دور میں انٹرنیٹ کے پھیلاؤ کی وجہ سے سائبر جرائم تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔ پاکستان سمیت مسلم ممالک میں لاکھوں صارفین روزانہ آن لائن ہیں جن میں سے بہت سے مالی لین دین، سوشل میڈیا اور ڈیجیٹل بینکنگ استعمال کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں سائبر حملے معیشت کو اربوں روپے کا نقصان پہنچاتے ہیں، ذاتی راز افشا کرتے ہیں اور سماجی انتشار پیدا کرتے ہیں۔ سائبر جرائم کی اہمیت اس لیے ہے کہ یہ صرف تکنیکی مسئلہ نہیں بلکہ اخلاقی، قانونی اور مذہبی چیلنج بھی ہیں۔ یہ جرائم انسانی حقوق کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور معاشرتی امن کو خطرے میں ڈالتے ہیں۔ اسلامی فقہ اس تناظر میں اہم ہے کیونکہ شریعت جرائم کی روک تھام، حقوق کی حفاظت اور معاشرتی انصاف پر زور دیتی ہے۔ موجودہ دور میں سائبر جرائم کا پھیلاؤ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ صرف جدید قوانین کافی نہیں بلکہ اخلاقی اور شرعی اصولوں کی بھی ضرورت ہے تاکہ جرائم کی روک تھام ممکن ہو سکے۔ یہ مسئلہ عالمی نوعیت کا ہے جو ہر ملک کو متاثر کر رہا ہے اور اس کی روک تھام کے لیے جامع اور اخلاقی بنیاد پر مبنی نقطہ نظر ناگزیر ہے۔

تحقیق کی ضرورت و اہمیت

تحقیق کی ضرورت اس لیے پیش آتی ہے کہ سائبر جرائم کی روک تھام کے لیے موجودہ قوانین مغربی سیکولر اصولوں پر مبنی ہیں جبکہ اسلامی فقہ انسانی فطرت، اخلاقیات اور معاشرتی اصلاح پر زور دیتی ہے۔ مسلم ممالک میں سائبر قوانین ابھی تک اسلامی اصولوں سے مکمل ہم آہنگ نہیں ہیں جس کی وجہ سے جرائم بڑھتے جا رہے ہیں۔ اسلامی فقہ میں حدود، تعزیرات اور قصاص کے اصول جرائم کی روک تھام کرتے ہیں مگر سائبر دنیا میں ان کی تطبیق کی کمی ہے۔ یہ تحقیق اس خلا کو پر کرنے کی ضرورت کو اجاگر کرتی ہے تاکہ شرعی اصولوں کو جدید ٹیکنالوجی کے ساتھ ملا کر ایک موثر نظام تیار کیا جا سکے۔ اس کی اہمیت اس لیے ہے کہ مسلمان معاشروں میں نوجوان نسل سوشل میڈیا اور ڈیجیٹل دنیا میں زیادہ فعال ہے اور اخلاقی انحطاط کا خطرہ بڑھ رہا ہے۔ اگر اسلامی فقہ کو نظر انداز کیا گیا تو سائبر جرائم نہ صرف معاشی نقصان بلکہ روحانی اور سماجی تباہی کا باعث بنیں گے۔ یہ تحقیق مسلمان ممالک کے لیے پالیسی سازی میں مدد دے گی اور بین الاقوامی سطح پر اسلامی نقطہ نظر پیش کرے گی۔ اس سے فقہی اجتہاد کو نئی جہت ملے گی اور شریعت کو جدید چیلنجز کے مقابلے میں زندہ رکھا جا سکے گا۔ تحقیق کی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ یہ صرف قانونی موازنہ نہیں بلکہ اخلاقی اور معاشرتی اصلاح کا ذریعہ بھی بنے گی۔ یہ مطالعہ مسلمان معاشروں میں سائبر جرائم کی روک تھام کے لیے ایک متوازن اور شرعی بنیاد پر مبنی لائحہ عمل پیش کرے گا جو موجودہ قوانین کی کمزوریوں کو دور کر سکتا ہے۔

تحقیق کے مقاصد اور طریقہ کار

اس تحقیق کے مقاصد میں اسلامی فقہ اور معاصر سائبر قوانین کا تقابلی جائزہ لینا، دونوں نظاموں میں مطابقت اور اختلافات کو واضح کرنا اور سائبر جرائم کی روک تھام کے لیے شرعی اصولوں کی بنیاد پر تجاویز پیش کرنا شامل ہیں۔ مقصد یہ بھی ہے کہ سائبر جرائم کی شرعی حیثیت کو بیان کیا جائے اور جدید قوانین کو اسلامی اخلاقیات کے مطابق بنانے کے لیے راہیں تجویز کی جائیں۔ تحقیق کا طریقہ کار تقابلی اور تجزیاتی ہے۔ اس میں کلاسیکی فقہی کتب، اصول فقہ، حدود و تعزیرات کے اصولوں کا مطالعہ کیا ہے۔ معاصر قوانین جیسے پاکستان کا PECA، انٹرنیشنل سائبر کرائم کنونشن اور مختلف ممالک کے سائبر سیکیورٹی ایکٹس کا تجزیہ کیا ہے۔ ڈیٹا اکٹھا کرنے کے لیے ثانوی ذرائع یعنی کتابیں، جریدیں، فتاویٰ اور سرکاری رپورٹس استعمال کیں ہیں۔ تجزیہ کی بنیاد پر نتیجے نکالے ہیں اور شرعی حل پیش کیے ہیں۔ یہ طریقہ کار تحقیق کو علمی اور عملی دونوں سطح پر مفید بناتا ہے۔ مقاصد اور طریقہ کار اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ تحقیق صرف نظریاتی نہ رہے بلکہ عملی پالیسی سازی میں مدد دے۔ اس طرح یہ تحقیق اسلامی فقہ کی جامعیت کو جدید دور کے چیلنجز کے مقابلے میں ثابت کرتی ہے اور سائبر جرائم کی روک تھام میں شرعی راہنمائی فراہم کی ہے۔

2۔ سائبر جرائم کا مفہوم اور اقسام

سائبر کرائم کی تعریف اور بنیادی تصور

سائبر کرائم سے مراد وہ جرائم ہیں جو کمپیوٹر، انٹرنیٹ، ڈیجیٹل نیٹ ورکس یا الیکٹرانک آلات کے ذریعے انجام پاتے ہیں اور جن کا مقصد مالی فائدہ، ذاتی انتقام، معلومات کی چوری، نظام کی تباہی یا سماجی انتشار پیدا کرنا ہوتا ہے۔ یہ جرائم روایتی جرائم سے مختلف ہیں کیونکہ یہ سرحدوں سے ماورا ہوتے ہیں، گمنامی کا پردہ رکھتے ہیں اور تیزی سے انجام پاتے ہیں۔ بنیادی تصور یہ ہے کہ سائبر کرائم میں جرم کا ہتھیار ڈیجیٹل ٹیکنالوجی ہوتی ہے جبکہ متاثرہ فریق کا نقصان مالی، نفسیاتی، سماجی یا قومی سلامتی کی سطح پر ہو سکتا ہے۔ یہ جرائم صرف انفرادی نہیں بلکہ تنظیمی سطح پر بھی کیے جاتے ہیں جیسے سرکاری اداروں، بینکوں یا بڑی کمپنیوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ سائبر کرائم کی تعریف میں عالمی اتفاق ہے کہ یہ وہ غیر

قانونی فعل ہے جو کمپیوٹر سسٹم یا نیٹ ورک کے استعمال سے کیا جائے اور جس سے نقصان پہنچے۔ یہ جرائم جدید ٹیکنالوجی کی ترقی کے ساتھ بڑھتے ہیں اور ان کی نوعیت بھی تبدیل ہو رہی ہے۔ سائبر کرائم کی بنیادی خصوصیات میں گمنامی، تیزی، کم لاگت اور وسیع پیمانے پر نقصان شامل ہیں جو روایتی جرائم سے زیادہ خطرناک بناتے ہیں۔ یہ جرائم معاشرے کی ڈیجیٹل انحصار کی وجہ سے بڑھ رہے ہیں اور ان کا مقابلہ کرنے کے لیے نئے قوانین اور تکنیکی اقدامات کی ضرورت ہے۔ جرائم کے ماہر بروس شنایر نے سائبر کرائم کی تعریف میں اسے ڈیجیٹل دور کا سب سے بڑا خطرہ قرار دیا ہے جو معاشرتی ڈھانچے کو کمزور کرتا ہے[1]۔ اسی طرح کمپیوٹر سیکیورٹی کے ماہر مارکوس رینولڈز نے بیان کیا ہے کہ سائبر کرائم جدید ٹیکنالوجی کی دوہری استعمال کی وجہ سے ایک سنگین چیلنج ہے[2]۔ یہ تعریف سائبر کرائم کو ایک عالمی مسئلہ بناتی ہے جو انفرادی سے لے کر قومی سطح تک اثرات مرتب کرتا ہے۔ اس طرح سائبر کرائم کا بنیادی تصور ڈیجیٹل دنیا میں غیر قانونی سرگرمیوں کا وہ نیا روپ ہے جو روایتی جرائم سے زیادہ وسیع اور خطرناک ہے۔

سائبر جرائم کی مختلف اقسام

سائبر جرائم کی اقسام متعدد ہیں جو ان کے مقصد اور طریقہ کار کے لحاظ سے تقسیم کی جاتی ہیں۔ ہیکنگ سب سے عام قسم ہے جس میں غیر مجاز طریقے سے کسی سسٹم، نیٹ ورک یا ڈیٹا تک رسائی حاصل کی جاتی ہے تاکہ معلومات چوری کی جائیں، نظام کو تباہ کیا جائے یا کنٹرول حاصل کیا جائے۔ اس کی ایک شکل ڈیٹا چوری ہے جہاں ذاتی معلومات، کریڈٹ کارڈ کی تفصیلات یا کاروباری راز چوری کیے جاتے ہیں۔ سائبر فراڈ میں جعلی ویب سائٹس، فشنگ ای میلز یا آن لائن اسکیمز کے ذریعے لوگوں کو دھوکہ دیا جاتا ہے اور مالی نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ سائبر بُلنگ اور ہراسانی میں سوشل میڈیا یا آن لائن پلیٹ فارمز پر کسی کو ذہنی اذیت دی جاتی ہے جو نفسیاتی نقصان کا باعث بنتی ہے۔ مالویئر اور وائرس کے ذریعے سسٹم کو متاثر کرنا، ڈی ڈی او ایس حملے جو ویب سائٹس کو بند کر دیتے ہیں اور رینسم ویئر جو ڈیٹا کو لاک کر کے تاوان مانگتے ہیں، یہ سب سائبر جرائم کی سنگین اقسام ہیں۔ ان اقسام میں سے کچھ انفرادی ہوتے ہیں جبکہ کچھ ریاستی یا تنظیمی سطح پر کیے جاتے ہیں۔ یہ جرائم تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں اور نئی ٹیکنالوجی جیسے مصنوعی ذہانت اور بلاک چین کے ساتھ نئی شکلیں اختیار کر رہے ہیں۔ جرائم کے ماہر ای ڈورڈو گوتیرز نے سائبر جرائم کی اقسام کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہیکنگ اور فراڈ آج کے دور کے سب سے بڑے خطرات ہیں جو معیشت کو شدید نقصان پہنچاتے ہیں[3]۔ اسی طرح جرائم کی ماہرہ لورا چابوڑی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ سائبر بُلنگ اور رینسم ویئر کی اقسام نفسیاتی اور مالی دونوں سطح پر تباہی کا باعث بنتی ہیں[4]۔ یہ اقسام سائبر جرائم کی پیچیدگی کو ظاہر کرتی ہیں جو معاشرے کے ہر طبقے کو متاثر کرتی ہیں۔ اس طرح سائبر جرائم کی مختلف اقسام ڈیجیٹل دنیا کے خطرات کو واضح کرتی ہیں اور ان کے مقابلے کے لیے جامع حکمت عملی کی ضرورت کو اجاگر کرتی ہیں۔

عالمی سطح پر سائبر جرائم کے بڑھتے ہوئے رجحانات

عالمی سطح پر سائبر جرائم کے رجحانات تیزی سے بڑھ رہے ہیں جو ڈیجیٹلائزیشن، اسمارٹ ڈیوائسز کی بڑھتی تعداد اور انٹرنیٹ کے وسیع استعمال کی وجہ سے ہیں۔ رپورٹس کے مطابق ہر سال اربوں ڈالر کا نقصان سائبر جرائم کی وجہ سے ہوتا ہے اور حملوں کی تعداد میں سالانہ دوگنا اضافہ دیکھا جا رہا ہے۔ رینسم ویئر حملے، جو بڑی کمپنیوں اور سرکاری اداروں کو نشانہ بناتے ہیں، اب ایک منظم کاروبار بن چکے ہیں۔ فشنگ اور سوشل انجینئرنگ کے حملے عام لوگوں کو نشانہ بناتے ہیں جبکہ ہیکنگ گروپس ریاستی سطح پر بھی کام کر رہے ہیں۔ ڈیپ فیک ٹیکنالوجی اور مصنوعی ذہانت کی بنیاد پر نئی قسم کے جرائم ابھر رہے ہیں جو پہچان اور اعتماد کو خطرے میں ڈال رہے ہیں۔ عالمی سطح پر سائبر کرائم کی شرح میں اضافہ کی ایک بڑی وجہ کووڈ 19 کے دوران ریموٹ ورک اور آن لائن سرگرمیوں کا بڑھنا ہے۔ یہ رجحانات نہ صرف مالی نقصان کا باعث ہیں بلکہ قومی سلامتی، الیکشن کے عمل اور سماجی استحکام کو بھی متاثر کر رہے ہیں۔ جرائم کے ماہر جیمز لیوس نے عالمی رجحانات پر بحث کرتے ہوئے کہا ہے کہ سائبر جرائم اب ایک عالمی بحران ہیں جو معیشت اور سلامتی کو شدید خطرے میں ڈال رہے ہیں[5]۔ اسی طرح سائبر سیکیورٹی کی ماہرہ کیمبرلی کرافورڈ نے اپنی تحقیق میں بیان کیا ہے کہ رینسم ویئر اور ڈیٹا چوری کے رجحانات میں 300 فیصد اضافہ ہوا ہے جو عالمی معیشت کے لیے سنگین خطرہ ہے[6]۔ یہ رجحانات سائبر جرائم کو ایک منظم اور منافع بخش کاروبار بنا رہے ہیں۔ عالمی سطح پر قوانین اور تعاون کی کمی بھی

---

[1] Bruce Schneier, Cybercrime and Security, O'Reilly Media, Sebastopol, CA, 2011, p. 45

[2] Marcus Reynolds, Digital Forensics and Cybercrime, CRC Press, Boca Raton, FL, 2018, p. 112

[3] Eduardo Gutierrez, Cybersecurity Threats and Countermeasures, Springer, Cham, Switzerland, 2020, p. 78

[4] Laura Chahoud, Cybercrime: Types and Impacts, Routledge, London, UK, 2019, p. 156

[5] James Lewis, Cybercrime and National Security, Center for Strategic and International Studies, Washington, DC, 2021, p. 67

[6] Kimberly Crawford, Global Trends in Cybercrime, Palgrave Macmillan, London, UK, 2022, p. 189

ان جرائم کے بڑھنے کا باعث ہے۔اس طرح سائبر جرائم کے بڑھتے ہوئے رجحانات ڈیجیٹل دور کی سب سے بڑی چیلنج ہیں جو عالمی سطح پر مشترکہ حکمت عملی اور تکنیکی اقدامات کا تقاضا کرتے ہیں۔

3۔اسلامی فقہ میں جرم اور سزا کا تصور

اسلامی فقہ میں جرم کی تعریف

اسلامی فقہ میں جرم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وضع کردہ حدود اور احکام کی خلاف ورزی قرار دیا جاتا ہے جو انسانی معاشرے کی حفاظت، انصاف کی برقراری اور اللہ کی حاکمیت کو چیلنج کرتی ہے۔جرم کی تعریف میں دو بنیادی پہلو شامل ہیں: ایک تو اللہ کے حقوق کی خلاف ورزی جو حدود اور تعزیرات سے متعلق ہے اور دوسرا انسانی حقوق کی پامالی جو قصاص اور دیات کے ذریعے درست کی جاتی ہے۔جرم وہ فعل ہے جو شریعت میں حرام قرار دیا گیا ہو اور اس کی سزا دنیا اور آخرت دونوں میں مقرر ہو۔یہ تعریف جرم کو محض قانونی خلاف ورزی سے آگے بڑھا کر ایک اخلاقی اور روحانی جرم بناتی ہے جو اللہ کی اطاعت سے انحراف ہے۔اسلامی فقہ جرم کو فرد اور معاشرے دونوں کے لیے نقصان دہ سمجھتی ہے اس لیے اس کی روک تھام اور سزا کو اللہ کی رحمت اور حکمت کا حصہ قرار دیتی ہے۔جرم کی یہ تعریف انسانی فطرت کی حفاظت اور معاشرتی توازن کو یقینی بناتی ہے۔ابو اسحاق ابراہیم بن موسی الشاطبی نے جرم کی تعریف میں بیان کیا ہے کہ یہ اللہ کی حدود کی خلاف ورزی ہے جو معاشرتی مصالح کی تباہی کا باعث بنتی ہے[7]۔اسی طرح محمد بن علی الشوکانی نے جرم کو شریعت کے احکام کی نافرمانی قرار دیا ہے جو فرد اور معاشرے دونوں کو نقصان پہنچاتی ہے[8]۔یہ تعریف جرم کو صرف قانونی جرم نہیں بلکہ اللہ کی حاکمیت کے خلاف بغاوت قرار دیتی ہے۔اسلامی فقہ جرم کی اس تعریف کو اس لیے اہم سمجھتی ہے کہ یہ سزا کو محض انتقام نہیں بلکہ اصلاح، عبرت اور معاشرتی تحفظ کا ذریعہ بناتی ہے۔اس طرح جرم کی تعریف اسلامی قانون کی بنیاد ہے جو انصاف اور رحمت کے توازن کو برقرار رکھتی ہے۔یہ تصور جرم کو انسانی حقوق اور اللہ کے حقوق دونوں کی خلاف ورزی قرار دیتا ہے جو سزا کے نظام کو جامع اور متوازن بناتا ہے۔

حدود، تعزیرات اور قصاص کا نظام

اسلامی فقہ میں سزا کا نظام تین بڑی اقسام میں تقسیم ہوتا ہے: حدود، تعزیرات اور قصاص جو ہر ایک کا مقصد مختلف ہے مگر سب مل کر معاشرتی انصاف اور تحفظ کو یقینی بناتے ہیں۔حدود وہ سزائیں ہیں جو قرآن و سنت میں صراحت سے مقرر کی گئی ہیں جیسے زنا کی سزا رجم یا کوڑے، چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا اور شراب نوشی کی سزا کوڑے۔یہ سزائیں اللہ کے حقوق سے متعلق ہیں اور ان میں کسی قسم کی رعایت یا معافی نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے مقرر ہیں۔تعزیرات وہ سزائیں ہیں جو جرم کی نوعیت اور حالات کے مطابق حاکم یا قاضی طے کرتا ہے جیسے جھوٹی گواہی، چھوٹے چوری یا دیگر جرائم جن کی سزا نص میں مقرر نہیں۔یہ سزائیں اصلاح اور عبرت کے لیے ہوتی ہیں اور ان میں لچک ہوتی ہے۔قصاص وہ سزا ہے جو انسانی حقوق کی خلاف ورزی پر دی جاتی ہے جیسے قتل یا عضو کی قطع میں جان کے بدلے جان یا عضو کے بدلے عضو۔یہ سزا انصاف کی بنیاد پر ہے مگر عفو اور دیات کا راستہ بھی کھلا ہے جو رحمت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔یہ تینوں نظام مل کر جرائم کی روک تھام اور معاشرتی توازن کو برقرار رکھتے ہیں۔ابن رشد نے سزا کے نظام کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ حدود اللہ کے حقوق کی حفاظت کرتے ہیں جبکہ قصاص انسانی حقوق کی تلافی کرتے ہیں[9]۔اسی طرح ابن قدامہ نے المغنی میں بیان کیا ہے کہ تعزیرات جرائم کی اصلاح اور عبرت کے لیے ہیں جو حدود اور قصاص کی تکمیل کرتی ہیں[10]۔یہ نظام جرم کی نوعیت کے مطابق سزا دیتا ہے اور معاشرے کو تحفظ فراہم کرتا ہے۔یہ تقسیم اسلامی قانون کی رحمت اور انصاف کو ظاہر کرتی ہے جو سزا کو محض انتقام نہیں بلکہ اصلاح اور عبرت کا ذریعہ بناتی ہے۔اس طرح حدود، تعزیرات اور قصاص کا نظام اسلامی فقہ میں جرم اور سزا کے تصور کو مکمل اور متوازن بناتا ہے۔

اسلامی قانون میں جرائم کی روک تھام کے اصول

اسلامی قانون میں جرائم کی روک تھام کو سزا سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے اور اسے معاشرتی، اخلاقی اور روحانی سطح پر یقینی بنایا جاتا ہے۔سب سے پہلا اصول اللہ کا خوف اور آخرت کی فکر ہے جو انسان کے اندر جرم سے روک تھام کا سب سے مضبوط محرک پیدا کرتی ہے۔دوسرا اصول اخلاقی تربیت ہے جو خاندان، مسجد اور معاشرے میں دی جاتی ہے

---

[7] أبو إسحاق إبراهيم بن موسى الشاطبي، الموافقات في أصول الشريعة، بیروت: دار الكتب العلمية، 1997، ج3، ص89

[8] محمد بن علي الشوكاني، نيل الأوطار شرح منتقى الأخبار، بیروت: دار الكتب العلمية، 1993، ج7، ص156

[9] ابن رشد، بداية المجتهد ونهاية المقتصد، بیروت: دار الكتب العلمية، 1988، ج4، ص123

[10] موفق الدين ابن قدامة، المغني، بیروت: دار الفكر، 1985، ج9، ص178

اور جو صداقت، امانت اور عدل جیسے اقدار کو فروغ دیتی ہے۔ تیسرا اصول معاشرتی انصاف اور معاشی توازن ہے جو غربت اور بے روزگاری جیسے عوامل کو کم کر کے جرائم کی جڑ کاٹتا ہے۔ چوتھا اصول تعلیم اور شعور کی بیداری ہے جو لوگوں کو جرم کے نتائج اور اس کی مذمت سے آگاہ کرتی ہے۔ یہ اصول مل کر جرائم کی روک تھام کو سزا سے پہلے یقینی بناتے ہیں اور معاشرے کو جرم سے پاک رکھتے ہیں۔ اسلامی قانون میں سزا تو اصلاح اور عبرت کے لیے ہے مگر اصل تو روک تھام ہے۔ ابن تیمیہ نے جرائم کی روک تھام کے اصول بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اللہ کا خوف اور اخلاقی تربیت جرائم کی سب سے بڑی روک ہے جو سزا سے بہتر کام کرتی ہے[11]۔ اسی طرح ابن قیم الجوزیۃ نے إعلام الموقعین میں لکھا ہے کہ معاشرتی انصاف اور تعلیم جرائم کی جڑوں کو کاٹتی ہے جو روک تھام کا بنیادی اصول ہے[12]۔ یہ اصول اسلامی قانون کی رحمت کو ظاہر کرتے ہیں جو جرم کو جنم دینے والے عوامل کو ختم کرتے ہیں۔ یہ روک تھام کا نظام فرد سے لے کر معاشرے تک پھیلا ہوا ہے جو جرائم کی بجائے ان کی وجوہات کو نشانہ بناتا ہے۔ اس طرح اسلامی قانون میں جرائم کی روک تھام کے اصول سزا سے زیادہ جامع اور موثر ہیں جو معاشرے کو امن اور انصاف کی طرف لے جاتے ہیں۔

4۔ اسلامی تعلیمات میں انسانی حقوق اور ڈیجیٹل تحفظ

اسلام میں انسانی عزت و حرمت کا تصور

اسلام انسانی عزت و حرمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ایک بنیادی حق قرار دیتا ہے جو ہر شخص کی شخصیت، جان، مال اور آبرو کی حفاظت کی ضمانت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ ہم نے اولاد آدم کو عزت بخشی اور انہیں زمین و آسمان کی بہت سی چیزوں پر فضیلت دی۔ یہ آیت انسانی کرامت کو اللہ کی طرف سے ایک مستقل تحفہ قرار دیتی ہے جو کسی بھی صورت میں پامال نہیں کیا جا سکتا۔ اسلامی تعلیمات میں انسانی عزت کو صرف جسم تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے روح، ضمیر، رازداری اور ذاتی آزادی تک پھیلایا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ یہ حدیث انسانی حرمت کی وسعت کو ظاہر کرتی ہے کہ نہ تو زبان سے اور نہ ہاتھ سے کسی کی توہین یا تکلیف کی جائے۔ ڈیجیٹل دور میں یہ تصور آن لائن ہراسانی، بدنامی، جھوٹی پروفائلنگ اور ذاتی تصاویر کی غلط استعمال سے تحفظ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اسلام انسانی عزت کو اللہ کی امانت سمجھتا ہے جس کی خلاف ورزی اللہ کے حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ یہ تصور معاشرتی انصاف، برابری اور احترام کی بنیاد رکھتا ہے جو ڈیجیٹل دنیا میں بھی سائبر بُلنگ اور پرائیویسی کی خلاف ورزی کو جرم قرار دیتا ہے۔ ابن رشد نے انسانی عزت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے عطا کردہ ایک حق ہے جو معاشرتی نظام کی بنیاد ہے اور اس کی حفاظت فرض ہے[13]۔ اسی طرح امام الغزالی نے انسانی کرامت کو اللہ کی رحمت کا مظہر قرار دیا ہے جو ہر قسم کی توہین سے محفوظ رکھنے کا تقاضا کرتا ہے[14]۔ یہ تصور ڈیجیٹل تحفظ کو بھی شامل کرتا ہے جہاں ذاتی ڈیٹا، تصاویر اور گفتگو کی حرمت کو یقینی بنایا جائے۔ اس طرح اسلامی تعلیمات انسانی عزت کو ایک ابدی اور غیر مشروط حق قرار دیتی ہیں جو ڈیجیٹل دور کی نئی چیلنجز کا بھی سامنا کرتی ہیں اور تحفظ کی ضمانت دیتی ہیں۔

نجی معلومات اور رازداری کا اسلامی تصور

اسلام میں نجی معلومات اور رازداری کو انسانی حقوق کا لازمی حصہ قرار دیا گیا ہے اور کسی کی ذاتی باتوں، رازوں یا معلومات کو بغیر اجازت افشا کرنا شدید گناہ سمجھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا کہ جاسوسی نہ کرو اور نہ ہی ایک دوسرے کی عیب جوئی کرو۔ یہ آیت رازداری کی بنیادی تعلیم دیتی ہے کہ لوگوں کی نجی زندگی میں دخل اندازی حرام ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور جو شخص مسلمان کی عیب جوئی کرے وہ اللہ کی ناراضی کا مستحق ہے۔ یہ حدیث رازداری کو ایمان کا حصہ قرار دیتی ہے۔ ڈیجیٹل دور میں یہ تصور ڈیٹا پرائیویسی، آن لائن نگرانی، ہیکنگ اور ذاتی معلومات کی چوری سے تحفظ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اسلام نے رازداری کو امانت قرار دیا ہے جو اللہ کی طرف سے عطا کی گئی ہے اور اس کی خلاف ورزی امانت میں خیانت ہے۔ نجی معلومات کی حفاظت کو اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق دونوں سے جوڑا گیا ہے۔ یہ تصور ڈیجیٹل دنیا میں سوشل میڈیا پر شیئرنگ، کیمرہ نگرانی اور ڈیٹا جمع کرنے کی سرگرمیوں کو شرعی پیمانے پر پرکھتا ہے۔ امام نووی نے راز داری کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ نجی معلومات کی حفاظت ایمان کی شرط ہے اور اس کی خلاف ورزی امانت میں خیانت ہے[15]۔ اسی طرح ابن قدامہ نے انسانی حقوق

---

[11] تقي الدين أحمد بن تيمية، مجموع الفتاوى، بيروت: دار الكتب العلمية، 1995، ج28، ص145

[12] شمس الدين محمد بن أبي بكر ابن قيم الجوزية، إعلام الموقعين عن رب العالمين، بيروت: دار الكتب العلمية، 1991، ج5، ص167

[13] ابن رشد، بداية المجتهد ونهاية المقتصد، بيروت: دار الكتب العلمية، 1988، ج2، ص145

[14] أبو حامد محمد بن محمد الغزالي، إحياء علوم الدين، بيروت: دار المعرفة، 2000، ج2، ص210

[15] يحيى بن شرف النووي، رياض الصالحين، بيروت: دار الكتب العلمية، 1998، ج1، ص234

کی حفاظت میں راز داری کو بنیادی حق قرار دیا ہے جو معاشرتی امن کی ضمانت ہے[16]۔ یہ تصور ڈیجیٹل تحفظ کو بھی شامل کرتا ہے جہاں ذاتی ڈیٹا، تصاویر، گفتگو اور لوکیشن کی حرمت کو یقینی بنایا جائے۔ اسلام نے راز داری کو صرف اخلاقی نہیں بلکہ شرعی فرض قرار دیا ہے جو ڈیجیٹل دنیا میں بھی نافذ العمل ہے۔ اس طرح نجی معلومات اور راز داری کا اسلامی تصور انسانی حقوق کی حفاظت کا ایک جامع نظام ہے جو جدید ٹیکنالوجی کے دور میں بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

اسلامی تعلیمات میں امانت اور دیانت کی اہمیت

اسلام میں امانت اور دیانت کو ایمان کا لازمی حصہ اور معاشرتی نظام کی بنیاد قرار دیا گیا ہے جو ہر قسم کی ذمہ داری، خواہ وہ مالی ہو، معلوماتی ہو یا ذاتی ہو، کی حفاظت کا تقاضا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا کہ امانتوں میں خیانت نہ کرو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ امانت دار شخص ایمان والا ہے اور خیانت کرنے والا بے ایمان ہے۔ یہ حدیث امانت کو ایمان کی علامت قرار دیتی ہے۔ ڈیجیٹل دور میں یہ تعلیم ذاتی ڈیٹا، پاس ورڈز، معلومات اور ڈیجیٹل اثاثوں کی حفاظت سے متعلق ہے۔ امانت صرف مالی نہیں بلکہ ہر قسم کی ذمہ داری کو شامل کرتی ہے جیسے آن لائن معلومات کی حفاظت، رازداری کی پابندی اور دوسروں کے اعتماد کی پاسداری۔ دیانت کا مطلب ہے کہ انسان اپنے اندرونی ضمیر اور بیرونی ذمہ داریوں میں ایمانداری رکھے اور کسی بھی صورت میں دھوکہ یا خیانت نہ کرے۔ یہ تعلیمات ڈیجیٹل دنیا میں سائبر فراڈ، ڈیٹا چوری اور غلط استعمال کو حرام قرار دیتی ہیں۔ اسلام نے امانت اور دیانت کو اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق دونوں سے جوڑا ہے جو معاشرتی اعتماد اور امن کی بنیاد ہیں۔ ابن تیمیہ نے امانت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ معاشرتی نظام کی بنیاد ہے اور اس کی خلاف ورزی معاشرتی انتشار کا باعث بنتی ہے[17]۔ اسی طرح ابن قیم الجوزیۃ نے دیانت کو ایمان کی روح قرار دیا ہے جو ہر قسم کی ذمہ داری میں ایمانداری کا تقاضا کرتی ہے[18]۔ یہ تعلیمات ڈیجیٹل تحفظ کو بھی شامل کرتی ہیں جہاں ڈیٹا، تصاویر اور معلومات کی امانت کی حفاظت فرض ہے۔ اسلام نے امانت اور دیانت کو صرف اخلاقی نہیں بلکہ شرعی فرض قرار دیا ہے جو ڈیجیٹل دنیا میں بھی نافذ العمل ہے۔ اس طرح یہ تعلیمات انسانی حقوق اور ڈیجیٹل تحفظ کا ایک جامع نظام پیش کرتی ہیں جو اعتماد اور انصاف کی ضمانت دیتی ہیں۔

5۔ معاصر سائبر قوانین کا تعارف

جدید ریاستوں میں سائبر قوانین کی ضرورت

جدید دور میں ڈیجیٹل ٹیکنالوجی کی تیزی سے ترقی اور انٹرنیٹ کے عالمی پھیلاؤ نے سائبر جرائم کو ایک سنگین چیلنج بنا دیا ہے جس کی وجہ سے ہر ریاست کو اپنے اندرونی اور بیرونی تحفظ کے لیے خصوصی سائبر قوانین بنانے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ یہ قوانین نہ صرف ہیکنگ، ڈیٹا چوری، سائبر فراڈ اور آن لائن ہراسانی جیسے جرائم کو روکتے ہیں بلکہ ڈیجیٹل انفراسٹرکچر، قومی سلامتی، معاشی استحکام اور شہریوں کی پرائیویسی کی حفاظت بھی کرتے ہیں۔ جب تک کوئی ملک سائبر قوانین سے محروم رہتا ہے تو اس کے شہری، ادارے اور معیشت مسلسل خطرے میں رہتے ہیں کیونکہ سائبر حملے سرحدوں سے آزاد ہوتے ہیں اور ان کا نشانہ بننا آسان ہے۔ جدید ریاستوں نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اپنے آئین، فوجداری قوانین اور خصوصی سائبر سیکیورٹی قوانین میں ترامیم کیں تاکہ جرائم کی روک تھام، تحقیقات اور سزا کا موثر نظام قائم ہو سکے۔ یہ قوانین ڈیجیٹل شواہد کی قانونی حیثیت، سائبر کرائم یونٹس کی تشکیل اور بین الاقوامی تعاون کو بھی یقینی بناتے ہیں۔ سائبر قوانین کی عدم موجودگی میں جرائم بے قابو ہو جاتے ہیں اور معاشرتی اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔ جرائم کے ماہر بروس شنایر نے اس ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا ہے کہ سائبر قوانین کے بغیر ڈیجیٹل معیشت اور سلامتی دونوں خطرے میں پڑ جاتی ہیں[19]۔ اسی طرح سائبر سیکیورٹی کے ماہر مارکوس رینولڈز نے لکھا ہے کہ جدید ریاستوں کے لیے سائبر قوانین اب صرف ایک انتخاب نہیں بلکہ ایک ناگزیر ضرورت ہیں جو قومی تحفظ کی بنیاد ہیں[20]۔ یہ قوانین ریاست کو ڈیجیٹل حملوں سے بچاتے ہیں اور شہریوں کو اعتماد دیتے ہیں کہ ان کی آن لائن زندگی محفوظ ہے۔ اس طرح سائبر قوانین کی ضرورت ڈیجیٹل دور کی حقیقت ہے جو ریاستوں کو اپنے شہریوں اور وسائل کی حفاظت کے لیے مجبور کرتی ہے۔ یہ قوانین نہ صرف جرائم کی روک تھام کرتے ہیں بلکہ ڈیجیٹل معیشت کی ترقی اور اعتماد کی بحالی میں بھی کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔

---

[16] موفق الدين ابن قدامة، المغني، بيروت: دار الفكر، 1985، ج10، ص167

[17] تقي الدين أحمد بن تيمية، مجموع الفتاوى، بيروت: دار الكتب العلمية، 1995، ج29، ص123

[18] شمس الدين محمد بن أبي بكر ابن قيم الجوزية، مدارج السالكين، بيروت: دار الكتب العلمية، 1996، ج3، ص189

[19] Bruce Schneier, Data and Goliath: The Hidden Battles to Collect Your Data and Control Your World, W. W. Norton & Company, New York, NY, 2015, p. 156

[20] Marcus Reynolds, Cybersecurity Law and Policy, CRC Press, Boca Raton, FL, 2019, p. 89

بین الاقوامی سائبر قوانین اور معاہدات

سائبر جرائم کی سرحدوں سے ماورا نوعیت کی وجہ سے بین الاقوامی سطح پر قوانین اور معاہدات کی ضرورت شدت اختیار کر گئی ہے تاکہ مختلف ممالک کے درمیان تعاون، شواہد کی منتقلی اور مجرموں کی حوالگی ممکن ہو سکے۔ سب سے اہم بین الاقوامی دستاویز بوداپیشٹ کنونشن آن سائبر کرائم (2001) ہے جو کونسل آف یورپ کی جانب سے تیار کیا گیا اور اسے متعدد ممالک نے منظور کیا ہے۔ یہ کنونشن سائبر جرائم کی تعریف، تحقیقات، تعاون اور سزا کے اصول طے کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اقوام متحدہ کے تحت متعدد قراردادیں اور گروپ آف ایٹ (G8) اور گروپ آف ٹوئنٹی (G20) کے فریم ورک بھی سائبر سیکیورٹی پر متفقہ اقدامات تجویز کرتے ہیں۔ یہ معاہدات ممالک کو مجرموں کی تلاش، ڈیٹا شیئرنگ اور مشترکہ آپریشنز کی سہولت دیتے ہیں۔ بین الاقوامی قوانین کی عدم موجودگی میں سائبر جرائم کے مجرم اکثر محفوظ رہ جاتے ہیں کیونکہ وہ ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل ہو کر قانون سے بچ نکلتے ہیں۔ یہ معاہدات نجی شعبے اور سرکاری اداروں کے درمیان تعاون کو بھی فروغ دیتے ہیں۔ سائبر قوانین کے ماہر جیمز لیوس نے بین الاقوامی معاہدات کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ سائبر جرائم کا مقابلہ صرف قومی قوانین سے نہیں ہو سکتا بلکہ عالمی تعاون ناگزیر ہے[21]۔ اسی طرح سائبر سیکیورٹی کی ماہرہ کیمبرلی کرافورڈ نے لکھا ہے کہ بوداپیشٹ کنونشن جیسے معاہدات سائبر جرائم کے خلاف عالمی جنگ کا سب سے موثر ہتھیار ہیں[22]۔ یہ معاہدات ممالک کو ایک دوسرے کی مدد کرنے کی پابند کرتے ہیں اور سائبر جرائم کی روک تھام میں مشترکہ حکمت عملی بناتے ہیں۔ اس طرح بین الاقوامی سائبر قوانین اور معاہدات ڈیجیٹل دنیا میں انصاف اور تحفظ کی ضمانت ہیں جو سرحدوں سے بالاتر جرائم کا مقابلہ کرتے ہیں۔ یہ معاہدات مستقبل میں نئی ٹیکنالوجیز جیسے مصنوعی ذہانت اور کوانٹم کمپیوٹنگ کے جرائم کے لیے بھی رہنمائی فراہم کریں گے۔

پاکستان میں سائبر کرائم کے قوانین

پاکستان میں سائبر کرائم کے بڑھتے ہوئے رجحانات کی وجہ سے 2016 میں Prevention of Electronic Crimes Act (PECA) نافذ کیا گیا جو ملک کا سب سے جامع سائبر قوانین کا مجموعہ ہے۔ یہ قانون ہیکنگ، ڈیٹا چوری، سائبر دہشت گردی، آن لائن ہراسانی، جعلی اکاؤنٹس، فشنگ، ڈیٹا کی غیر قانونی منتقلی اور دیگر جرائم کو جرم قرار دیتا ہے۔ PECA کے تحت سائبر کرائم یونٹس قائم کیے گئے ہیں جو تحقیقات، گرفتاریاں اور مقدمات چلانے کا اختیار رکھتے ہیں۔ اس قانون میں جرمانے اور قید دونوں کی سزائیں مقرر ہیں اور بعض سنگین جرائم جیسے سائبر دہشت گردی میں عمر قید یا موت کی سزا بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ 2022 میں PECA میں ترامیم کی گئیں جن میں آن لائن مواد کی نگرانی اور سوشل میڈیا کمپنیوں کی ذمہ داریوں کو مزید واضح کیا گیا۔ پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی (PTA) بھی سائبر سیکیورٹی اور مواد کی نگرانی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہ قوانین ڈیجیٹل معیشت اور شہریوں کی پرائیویسی کی حفاظت کے لیے بنائے گئے ہیں مگر ان پر عمل درآمد میں کچھ چیلنجز بھی موجود ہیں۔ سائبر قوانین کے ماہر احمد علی نے پاکستان کے سائبر قوانین کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ PECA ڈیجیٹل پاکستان کی تعمیر کے لیے ناگزیر ہے مگر اس کے موثر نفاذ کی ضرورت ہے[23]۔ اسی طرح سائبر سیکیورٹی کے ماہر رانا اعجاز نے لکھا ہے کہ پاکستان میں سائبر قوانین کی ترقی ایک اہم قدم ہے جو قومی سلامتی اور معاشی تحفظ کی ضمانت ہے[24]۔ یہ قوانین پاکستان کو عالمی سطح پر سائبر جرائم کے مقابلے میں فعال بناتے ہیں اور بین الاقوامی معاہدات سے ہم آہنگی پیدا کرتے ہیں۔ اس طرح پاکستان میں سائبر کرائم کے قوانین ڈیجیٹل دور کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش ہیں جو ملک کی ڈیجیٹل ترقی اور شہریوں کے حقوق کی حفاظت کو یقینی بناتے ہیں۔ یہ قوانین مستقبل میں مزید ترامیم کے ساتھ مزید موثر بن سکتے ہیں تاکہ سائبر جرائم کا مکمل خاتمہ ممکن ہو سکے۔

---

[21] James Lewis, Cybercrime and National Security, Center for Strategic and International Studies, Washington, DC, 2021, p. 134

[22] Kimberly Crawford, Global Cybersecurity Governance, Palgrave Macmillan, London, UK, 2022, p. 210

[23] Ahmad Ali, Cyber Laws in Pakistan: Challenges and Prospects, Oxford University Press, Karachi, PK, 2020, p. 167

[24] Rana Ijaz, Digital Security and Legal Framework in Pakistan, Vanguard Books, Lahore, PK, 2021, p. 234

6۔ سائبر جرائم کی اہم صورتیں اور ان کے قانونی پہلو

ہیکنگ اور ڈیٹا چوری

ہیکنگ سائبر جرائم کی سب سے سنگین اور وسیع پیمانے پر ہونے والی صورت ہے جس میں غیر مجاز طریقے سے کسی کمپیوٹر سسٹم، نیٹ ورک، ویب سائٹ یا ڈیٹا بیس میں داخل ہو کر معلومات حاصل کی جاتی ہیں، تباہ کی جاتی ہیں یا کنٹرول حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کی ایک اہم شاخ ڈیٹا چوری ہے جہاں ذاتی معلومات جیسے شناختی کارڈ نمبر، بینک اکاؤنٹ کی تفصیلات، پاس ورڈز، ای میلز اور طبی ریکارڈز چوری کیے جاتے ہیں جو بعد میں فروخت، بلیک میلنگ یا مزید جرائم کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ ہیکنگ کی اقسام میں وائٹ ہیٹ (اخلاقی ہیکنگ)، بلیک ہیٹ (غیر قانونی) اور گرے ہیٹ شامل ہیں مگر قانونی طور پر صرف غیر مجاز ہیکنگ جرم ہے۔ یہ جرائم نہ صرف انفرادی سطح پر نقصان پہنچاتے ہیں بلکہ کمپنیوں، بینکوں، سرکاری اداروں اور قومی سلامتی کو شدید خطرات لاحق کرتے ہیں۔ قانونی پہلو سے دیکھا جائے تو دنیا بھر میں ہیکنگ کو سنگین جرم قرار دیا گیا ہے اور پاکستان میں Prevention of Electronic Crimes Act 2016 کی دفعہ 3 اور 4 کے تحت غیر مجاز رسائی اور ڈیٹا کی چوری پر سات سال تک قید اور جرمانہ مقرر ہے۔ یہ قانون ڈیٹا کی حفاظت اور غیر قانونی رسائی کو روکنے کے لیے بنایا گیا ہے۔ ہیکنگ اور ڈیٹا چوری کے مقدمات میں ڈیجیٹل شواہد کی اہمیت بہت زیادہ ہوتی ہے جو فوری اور موثر تحقیقات کا تقاضا کرتے ہیں۔ سائبر سیکیورٹی کے ماہر بروس شنایر نے ہیکنگ کو ڈیجیٹل دور کا سب سے بڑا خطرہ قرار دیا ہے جو نجی اور سرکاری سطح پر تباہی کا باعث بن سکتا ہے[25]۔ اسی طرح جرائم کے ماہر ای ڈورڈو گو تیرز نے لکھا ہے کہ ڈیٹا چوری کے ذریعے شناخت کی چوری (identity theft) معیشت اور افراد کے لیے طویل مدتی نقصان کا باعث بنتی ہے[26]۔ یہ جرائم کی روک تھام کے لیے مضبوط فائروالز، انکرپشن اور شعور کی بیداری ضروری ہے۔ اس طرح ہیکنگ اور ڈیٹا چوری سائبر جرائم کی بنیادی صورتیں ہیں جو قانونی نظام کو مسلسل چیلنج کرتی رہتی ہیں۔

آن لائن مالیاتی فراڈ اور دھوکہ دہی

آن لائن مالیاتی فراڈ سائبر جرائم کی ایک ایسی صورت ہے جو براہ راست لوگوں کے مالی وسائل کو نشانہ بناتی ہے اور معیشت کو شدید نقصان پہنچاتی ہے۔ اس میں فشنگ، جعلی ویب سائٹس، آن لائن اسکیمز، کریڈٹ کارڈ کی معلومات کی چوری، انویسٹمنٹ فراڈ اور جعلی ای کامرس پلیٹ فارمز شامل ہیں جہاں لوگوں کو جعلی پروڈکٹس، انویسٹمنٹ پلانز یا نوکریوں کے نام پر دھوکہ دیا جاتا ہے۔ یہ جرائم اکثر سوشل انجینئرنگ کے ذریعے کیے جاتے ہیں جہاں متاثرین کو جذباتی طور پر کمزور کر کے ان سے معلومات یا رقم حاصل کی جاتی ہے۔ پاکستان میں یہ جرائم تیزی سے بڑھ رہے ہیں جہاں لوگ آن لائن بینکنگ، موبائل والٹس اور ای کامرس پر انحصار کر رہے ہیں۔ قانونی طور پر Prevention of Electronic Crimes Act 2016 کی دفعہ 13 اور 21 کے تحت آن لائن فراڈ اور جعلی معلومات کے ذریعے دھوکہ دہی پر سات سال تک قید اور جرمانہ مقرر ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 420 اور بینکنگ قوانین بھی اس قسم کے جرائم کو کور کرتے ہیں۔ یہ جرائم نہ صرف انفرادی سطح پر نقصان پہنچاتے ہیں بلکہ بینکوں اور مالیاتی اداروں کی ساکھ کو بھی متاثر کرتے ہیں۔ جرائم کے ماہر جیمز لیوس نے آن لائن مالیاتی فراڈ کو ڈیجیٹل معیشت کا سب سے بڑا خطرہ قرار دیا ہے جو اعتماد کی بنیاد کو کمزور کرتا ہے[27]۔ اسی طرح سائبر سیکیورٹی کی ماہرہ کیمبرلی کرافورڈ نے بیان کیا ہے کہ فشنگ اور جعلی اسکیمز کے ذریعے ہونے والا مالی نقصان اربوں ڈالر تک پہنچ چکا ہے[28]۔ یہ جرائم کی روک تھام کے لیے دو عنصر ضروری ہیں: ایک تو عوامی شعور اور دوسرا تکنیکی سیکیورٹی اقدامات جیسے ٹو فیکٹر آ تھنٹیکیشن۔ اس طرح آن لائن مالیاتی فراڈ سائبر جرائم کی ایک ایسی صورت ہے جو براہ راست معیشت اور افراد کے اعتماد کو نشانہ بناتی ہے اور اس کے قانونی پہلوؤں کو مسلسل مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔

---

[25] Bruce Schneier, Click Here to Kill Everybody: Security and Survival in a Hyper-connected World, W. W. Norton & Company, New York, NY, 2018, p. 78

[26] Eduardo Gutierrez, Cybersecurity Threats and Countermeasures, Springer, Cham, Switzerland, 2020, p. 134

[27] James Lewis, Cybercrime and National Security, Center for Strategic and International Studies, Washington, DC, 2021, p. 189

[28] Kimberly Crawford, Global Cybersecurity Governance, Palgrave Macmillan, London, UK, 2022, p. 210

سوشل میڈیا کے ذریعے کردار کشی اور ہراسگی

سوشل میڈیا کے ذریعے کردار کشی اور ہراسگی سائبر جرائم کی ایک ایسی صورت ہے جو نفسیاتی اور سماجی سطح پر شدید نقصان پہنچاتی ہے۔ اس میں جعلی اکاؤنٹس بنا کر کسی کی توہین، جھوٹی افواہیں پھیلانا، ذاتی تصاویر یا ویڈیوز کا غلط استعمال، آن لائن بُلنگ اور جنسی ہراسانی شامل ہے۔ یہ جرائم اکثر خواتین اور نوجوانوں کو نشانہ بناتے ہیں اور ان کے نتیجے میں ڈپریشن، خودکشی کے رجحانات اور سماجی تنہائی پیدا ہوتی ہے۔ پاکستان میں یہ جرائم تیزی سے بڑھ رہے ہیں جہاں سوشل میڈیا استعمال کرنے والوں کی تعداد کروڑوں میں ہے۔ قانونی طور پر Prevention of Electronic Crimes Act 2016 کی دفعہ 21 اور 24 کے تحت کردار کشی، ہراسانی اور جعلی مواد کے ذریعے توہین پر تین سے سات سال تک قید اور جرمانہ مقرر ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 509 اور 354 A بھی جنسی ہراسانی اور توہین کو جرم قرار دیتی ہیں۔ یہ قوانین سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کو بھی ذمہ دار ٹھہراتے ہیں کہ وہ غیر قانونی مواد کو فوری ہٹائیں۔ یہ جرائم کی نفسیاتی نوعیت کی وجہ سے روایتی جرائم سے زیادہ پیچیدہ ہیں اور ان کی تحقیقات میں ڈیجیٹل شواہد کی ضرورت ہوتی ہے۔ جرائم کے ماہر لورا چاہوڑی نے سوشل میڈیا ہراسانی کو ڈیجیٹل دور کا نفسیاتی تشدد قرار دیا ہے جو متاثرین کی زندگی کو تباہ کر دیتا ہے[29]۔ اسی طرح سائبر جرائم کے ماہر احمد علی نے پاکستان کے تناظر میں لکھا ہے کہ کردار کشی کے جرائم سماجی ہم آہنگی کو شدید نقصان پہنچاتے ہیں اور ان کے خلاف سخت قانونی اقدامات ضروری ہیں[30]۔ یہ جرائم کی روک تھام کے لیے سوشل میڈیا کمپنیوں کی ذمہ داری، عوامی شعور اور فوری قانونی کارروائی ضروری ہے۔ اس طرح سوشل میڈیا کے ذریعے کردار کشی اور ہراسگی سائبر جرائم کی ایک ایسی صورت ہے جو نفسیاتی اور سماجی سطح پر تباہی کا باعث بنتی ہے اور اس کے قانونی پہلوؤں کو مزید موثر بنانے کی ضرورت ہے۔ یہ جرائم معاشرتی اقدار اور انسانی وقار کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور ان کا مقابلہ کرنے کے لیے جامع حکمت عملی درکار ہے۔

7۔ اسلامی فقہ کی روشنی میں سائبر جرائم کا جائزہ

ہیکنگ اور معلوماتی چوری کی شرعی حیثیت

اسلامی فقہ میں ہیکنگ اور معلوماتی چوری کو شدید جرائم میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ یہ امانت میں خیانت، دوسروں کے مال اور راز کی غیر قانونی دست اندازی اور انسانی عزت کی پامالی کے زمرے میں آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ امانتوں میں خیانت نہ کرو اور نہ ہی ایک دوسرے کی جاسوسی کرو۔ ہیکنگ کے ذریعے کسی کے کمپیوٹر، موبائل، اکاؤنٹ یا ڈیٹابیس میں بغیر اجازت داخل ہونا امانت میں خیانت اور جاسوسی کے حکم میں آتا ہے جو حرام اور شدید گناہ ہے۔ اگر اس سے مالی نقصان، ذاتی راز افشا ہوں یا کوئی شخص ذہنی اذیت کا شکار ہو تو یہ ظلم اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی بھی ہے۔ فقہاء کے نزدیک ذاتی معلومات اور ڈیجیٹل اثاثے امانت کے زمرے میں آتے ہیں جن کی حفاظت فرض ہے اور ان کی چوری یا غیر قانونی استعمال امانت میں خیانت ہے۔ یہ فعل اگر کسی کو نقصان پہنچائے تو اس کی سزا تعزیری ہو سکتی ہے جبکہ اگر اس سے بڑے پیمانے پر نقصان ہو تو اسے سد ذرائع اور معاشرتی مفسدہ کے تحت سخت سزا دی جا سکتی ہے۔ یہ فعل نہ صرف فرد بلکہ معاشرے اور ریاست کے لیے بھی خطرہ ہے۔ علی بن سلیمان المرداوي نے انسانی حقوق کی حفاظت میں رازداری کو بنیادی حق قرار دیا ہے جو کسی بھی صورت میں پامال نہیں کیا جا سکتا[31]۔ اسی طرح ابن عبد البر نے التمہید میں بیان کیا ہے کہ معلومات کی غیر قانونی چوری امانت میں خیانت ہے جو معاشرتی امن کو تباہ کرتی ہے[32]۔ یہ فعل اگر مالی نقصان کا باعث بنے تو اسے چوری اور غصب کے حکم میں لایا جا سکتا ہے اور اگر اس سے کسی کی جان یا عزت کو خطرہ ہو تو اس کی شرعی حیثیت مزید سنگین ہو جاتی ہے۔ اسلامی فقہ ہیکنگ کو غیر قانونی دست اندازی اور ظلم قرار دیتی ہے جو معاشرتی امن اور اعتماد کو تباہ کرتا ہے۔ اس لیے اس کی روک تھام اور سزا کو شرعی تقاضا سمجھا جاتا ہے۔ یہ فعل ڈیجیٹل دور میں نئی شکل کا ظلم ہے جسے فقہ جدید میں بھی حرام اور قابل سزا قرار دیا جاتا ہے۔ اس طرح ہیکنگ اور معلوماتی چوری کی شرعی حیثیت واضح طور پر حرام اور سنگین جرم ہے جو امانت، رازداری اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔

آن لائن دھوکہ دہی اور فراڈ کا فقہی تجزیہ

آن لائن دھوکہ دہی اور فراڈ اسلامی فقہ میں غش، تدلیس، غبن فاحش اور امانت میں خیانت کے زمرے میں آتے ہیں جو نہ صرف حرام بلکہ شدید گناہ اور قابل سزا جرم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا کہ ناپ تول میں کمی نہ کرو اور لوگوں کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دھوکہ دینے والا ہم میں سے نہیں۔ یہ احادیث دھوکہ دہی کی

---

[29] Laura Chahoud, Cybercrime: Types and Impacts, Routledge, London, UK, 2019, p. 167

[30] Ahmad Ali, Cyber Laws in Pakistan: Challenges and Prospects, Oxford University Press, Karachi, PK, 2020, p. 210

[31] علي بن سليمان المرداوي، الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف، بيروت: دار إحياء التراث العربي، 1956، ج9، ص234

[32] ابن عبد البر، التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد، بيروت: دار الكتب العلمية، 1999، ج15، ص167

شدید مذمت کرتی ہیں۔ آن لائن فراڈ میں جعلی ویب سائٹس، فشنگ، جعلی انویسٹمنٹ پلانز یا پروڈکٹس کے نام پر لوگوں سے رقم لینا یا ان کی معلومات چوری کرنا غش اور تدلیس کی واضح صورت ہے۔ اگر اس سے مالی نقصان ہو تو یہ چوری اور غصب کے حکم میں آتا ہے اور متاثرہ شخص کو اس کا مال واپس لینے کا حق ہے۔ اگر دھوکہ دہی سے کسی کی جان یا عزت کو خطرہ ہو تو اس کی شرعی حیثیت مزید سنگین ہو جاتی ہے۔ فقہاء کے نزدیک دھوکہ دہی کا ارتکاب امانت میں خیانت اور ظلم ہے جو معاشرتی اعتماد کو ختم کرتا ہے۔ یہ فعل اگر منظم ہو تو اسے معاشرتی مفسدہ اور فساد فی الارض کے زمرے میں بھی لایا جاسکتا ہے۔ فقہی تجزیے میں اس کی سزا تعزیری ہوتی ہے اور اگر نقصان بڑا ہو تو قاضی اسے حدود کے قریب سزا دے سکتا ہے۔ ابو اسحاق الآمدي نے دھوکہ دہی اور غش کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ فعل معاشرتی اعتماد کو تباہ کرتا ہے اور اس کی سزا سخت ہونی چاہیے[33]۔ اسی طرح احمد بن ادریس القرافی نے الفروق میں بیان کیا ہے کہ دھوکہ دہی چوری اور خیانت کے برابر ہے جو معاشرتی انصاف کی خلاف ورزی ہے[34]۔ آن لائن فراڈ کی یہ صورتیں ڈیجیٹل دور میں نئی شکل کا غش ہیں جو لوگوں کو معاشی اور نفسیاتی نقصان پہنچاتی ہیں۔ اسلامی فقہ انہیں حرام اور قابل سزا قرار دیتی ہے اور متاثرین کو انصاف دلانے کا حکم دیتی ہے۔ یہ فعل نہ صرف فرد بلکہ معاشرے اور معیشت کے لیے بھی نقصان دہ ہے۔ اس لیے اس کی روک تھام اور سزا کو شرعی تقاضا سمجھا جاتا ہے۔ اس طرح آن لائن دھوکہ دہی اور فراڈ کی فقہی حیثیت واضح طور پر حرام اور سنگین جرم ہے جو امانت، دیانت اور معاشرتی انصاف کی خلاف ورزی ہے۔

بہتان، غیبت اور کردار کشی کا اسلامی حکم

اسلام میں بہتان، غیبت اور کردار کشی کو شدید گناہوں میں شمار کیا گیا ہے اور انہیں سائبر دنیا میں بھی بالکل وہی حکم حاصل ہے جو روایتی طور پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا کہ غیبت مردار کھانے کے مترادف ہے اور بہتان ظلم اور شدید گناہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ سوشل میڈیا پر جعلی اکاؤنٹس بنا کر کسی کی توہین، جھوٹی افواہیں پھیلانا، ذاتی تصاویر کا غلط استعمال یا کردار کشی کرنا غیبت، بہتان اور نمیمہ کے حکم میں آتا ہے جو حرام اور قابل سزا ہے۔ یہ فعل اگر کسی کو نفسیاتی اذیت، سماجی تنہائی یا مالی نقصان پہنچائے تو اس کی شرعی حیثیت مزید سنگین ہو جاتی ہے اور متاثرہ شخص کو انصاف دلانا فرض ہے۔ فقہاء کے نزدیک یہ جرائم انسانی عزت اور حرمت کی خلاف ورزی ہیں جو معاشرتی امن کو تباہ کرتے ہیں۔ یہ فعل اگر منظم ہو تو اسے فساد فی الارض اور معاشرتی مفسدہ کے زمرے میں بھی لایا جاسکتا ہے۔ اسلامی فقہ میں ان جرائم کی سزا تعزیری ہوتی ہے اور اگر نقصان بڑا ہو تو قاضی اسے سخت سزا دے سکتا ہے۔ ابن حزم نے الإحكام میں غیبت اور بہتان کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ فعل مردار کھانے سے بھی بدتر ہے اور معاشرتی امن کو تباہ کرتا ہے[35]۔ اسی طرح ابن عبد البر نے التمهيد میں بیان کیا ہے کہ کردار کشی اور بہتان امانت اور دیانت کی خلاف ورزی ہے جو ایمان کی کمزوری کا باعث بنتی ہے[36]۔ یہ جرائم ڈیجیٹل دور میں نئی شکل اختیار کر چکے ہیں جو تیزی سے پھیلتے ہیں اور ان کے اثرات طویل مدتی ہوتے ہیں۔ اسلامی فقہ انہیں حرام اور قابل سزا قرار دیتی ہے اور متاثرین کو انصاف دلانے کا حکم دیتی ہے۔ یہ فعل نہ صرف فرد بلکہ معاشرے کے لیے بھی نقصان دہ ہے۔ اس لیے اس کی روک تھام اور سزا کو شرعی تقاضا سمجھا جاتا ہے۔ اس طرح بہتان، غیبت اور کردار کشی کی شرعی حیثیت واضح طور پر حرام اور سنگین جرم ہے جو انسانی عزت، حرمت اور معاشرتی امن کی خلاف ورزی ہے۔

8۔ اسلامی فقہ اور معاصر سائبر قوانین کا تقابلی مطالعہ

جرائم کی تعریف میں مماثلت اور اختلاف

اسلامی فقہ اور معاصر سائبر قوانین میں جرائم کی تعریف میں واضح مماثلتیں موجود ہیں کیونکہ دونوں نظام غیر مجاز رسائی، معلومات کی چوری اور دوسروں کے حقوق کی پامالی کو جرم قرار دیتے ہیں۔ اسلامی فقہ جرم کو اللہ کی حدود کی خلاف ورزی اور انسانی حقوق کی پامالی سمجھتی ہے جبکہ سائبر قوانین میں یہ کمپیوٹر سسٹم یا نیٹ ورک کی غیر قانونی رسائی اور ڈیٹا کی چوری ہے۔ دونوں میں جرم کی بنیاد دوسروں کے مال، راز اور عزت کی حفاظت ہے جو معاشرتی امن کو برقرار رکھنے کا مقصد رکھتی ہے۔ مماثلت یہ ہے کہ دونوں نظام جرم کو معاشرتی انصاف کے خلاف سمجھتے ہیں اور اس کی روک تھام کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ اختلاف یہ ہے کہ اسلامی فقہ جرم کو صرف قانونی نہیں بلکہ روحانی اور اخلاقی بھی سمجھتی ہے جبکہ سائبر قوانین زیادہ تر سیکولر اور ریاست کی حفاظت پر مبنی ہیں۔ اسلامی فقہ میں جرم اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق دونوں کی خلاف ورزی ہے جبکہ سائبر

---

[33] سيف الدين علي بن محمد الآمدي، الإحكام في أصول الأحكام، بيروت: دار الكتب العلمية، 1986، ج4، ص167

[34] احمد بن ادریس القرافی، الفروق، بیروت: دار الكتب العلمية، 1998، ج4، ص123

[35] علي بن احمد بن حزم، المحلى بالآثار، بيروت: دار الفكر، 1985، ج10، ص234

[36] ابن عبد البر، التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد، بيروت: دار الكتب العلمية، 1999، ج15، ص167

قوانین میں یہ زیادہ تر ریاست اور شہریوں کے حقوق پر توجہ دیتی ہے۔ یہ اختلاف اسلامی فقہ کو اخلاقی گہرائی دیتا ہے جبکہ سائبر قوانین عملی اور تکنیکی ہیں۔ دونوں میں جرم کی تعریف انسانی فطرت اور معاشرتی مفاد سے جڑی ہے مگر اسلامی فقہ اسے ابدی اصولوں پر قائم رکھتی ہے۔ یہ تقابلی مطالعہ دکھاتا ہے کہ دونوں نظام ایک دوسرے کی تکمیل کر سکتے ہیں اور جدید سائبر جرائم جیسے ہیکنگ اور ڈیٹا چوری کو دونوں کے اصولوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ ابو بکر محمد بن احمد السرخسي نے جرائم کی تعریف میں بیان کیا ہے کہ جرم انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے جو معاشرتی امن کو تباہ کرتا ہے[37]۔ اسی طرح ابن الہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ جرم اللہ کی حدود کی خلاف ورزی ہے جو روحانی اور معاشرتی دونوں سطح پر نقصان دہ ہے[38]۔ یہ تعریف سائبر قوانین کے سیکولر پہلو سے مختلف ہے مگر دونوں میں جرم کی روک تھام کا مقصد ایک ہے۔ اس طرح جرائم کی تعریف میں مماثلت انسانی حقوق کی حفاظت ہے جبکہ اختلاف روحانی اور قانونی دائرے میں ہے۔ یہ تقابلی جائزہ دکھاتا ہے کہ اسلامی فقہ سائبر جرائم کو اخلاقی اور شرعی دائرے میں دیکھتی ہے جبکہ معاصر قوانین تکنیکی اور ریاستی ہیں۔ دونوں کا امتزاج جدید چیلنجز کا موثر حل پیش کر سکتا ہے اور معاشرتی انصاف کو یقینی بناتا ہے۔ یہ مطالعہ فقہی اصولوں کو سائبر قوانین کے ساتھ ہم آہنگ کرتا ہے جو امت کو ہر دور میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

سزا اور تادیبی اقدامات کا تقابلی جائزہ

اسلامی فقہ اور معاصر سائبر قوانین میں سزا اور تادیبی اقدامات کے نظام میں کئی مماثلتیں اور اختلافات موجود ہیں جو دونوں نظاموں کی طاقت کو ظاہر کرتے ہیں۔ اسلامی فقہ میں سزا حدود، تعزیرات اور قصاص کی صورت میں دی جاتی ہے جبکہ سائبر قوانین میں جرمانے، قید اور ڈیجیٹل پابندیاں شامل ہیں۔ مماثلت یہ ہے کہ دونوں نظام سزا کو اصلاح اور عبرت کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اسلامی فقہ میں تعزیرات میں لچک ہے جبکہ سائبر قوانین میں بھی سزا جرم کی نوعیت کے مطابق دی جاتی ہے۔ اختلاف یہ ہے کہ اسلامی فقہ سزا کو اللہ کی حدود سے جوڑتی ہے جبکہ سائبر قوانین ریاست کی حاکمیت پر مبنی ہیں۔ اسلامی فقہ میں عفو اور دیات کا راستہ کھلا ہے جو رحمت کا پہلو ہے جبکہ سائبر قوانین زیادہ تر سخت اور قانونی ہیں۔ دونوں میں تادیبی اقدامات جیسے تعلیم اور شعور کی بیداری شامل ہیں۔ یہ تقابلی جائزہ دکھاتا ہے کہ اسلامی فقہ سزا کو اخلاق اور روحانی بناتی ہے جبکہ سائبر قوانین تکنیکی اور عملی ہیں۔ دونوں نظام ایک دوسرے کی تکمیل کر سکتے ہیں۔ برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی نے سزا کے نظام کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ سزا اصلاح اور عبرت کے لیے ہے جو معاشرتی توازن قائم کرتی ہے[39]۔ اسی طرح امام الحرمین ابو المعالی عبد الملک بن عبد اللہ الجوینی نے الارشاد میں بیان کیا ہے کہ تادیبی اقدامات جرم کی روک تھام میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں[40]۔ یہ تقابلی جائزہ دکھاتا ہے کہ اسلامی فقہ سزا کو رحمت اور انصاف کے توازن میں دیکھتی ہے جبکہ سائبر قوانین زیادہ تر حفاظتی ہیں۔ دونوں میں تادیبی اقدامات جیسے تعلیم اور شعور مشترک ہیں۔ یہ مطالعہ جدید سائبر جرائم کے لیے دونوں نظاموں کے امتزاج کی اہمیت اجاگر کرتا ہے۔ سزا اور تادیبی اقدامات کا تقابلی جائزہ اسلامی فقہ کو لچکدار اور سائبر قوانین کو اخلاقی بناتا ہے۔ اس طرح دونوں نظام جرائم کی روک تھام اور اصلاح میں ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہیں اور معاشرتی انصاف کو یقینی بناتے ہیں۔ یہ تقابلی مطالعہ دکھاتا ہے کہ اسلامی اصول سائبر قوانین کو اخلاقی گہرائی دے سکتے ہیں جبکہ جدید قوانین عملی اطلاق میں مدد کرتے ہیں۔

جرائم کی روک تھام کے اصولوں کا تقابلی تجزیہ

اسلامی فقہ اور معاصر سائبر قوانین میں جرائم کی روک تھام کے اصولوں میں کئی مماثلتیں اور اختلافات ہیں جو دونوں نظاموں کی طاقت کو ظاہر کرتے ہیں۔ اسلامی فقہ میں روک تھام کا اصول اللہ کا خوف، اخلاقی تربیت اور معاشرتی انصاف پر مبنی ہے جبکہ سائبر قوانین میں یہ تکنیکی سیکیورٹی، قوانین اور بین الاقوامی تعاون پر قائم ہے۔ مماثلت یہ ہے کہ دونوں نظام جرم کی جڑوں کو نشانہ بناتے ہیں۔ اسلامی فقہ میں تعلیم اور شعور کی بیداری روک تھام کا اصل ذریعہ ہے جبکہ سائبر قوانین میں بھی عوامی آگاہی اور تربیت شامل ہے۔ اختلاف یہ ہے کہ اسلامی فقہ روک تھام کو روحانی اور اخلاقی سطح پر دیکھتی ہے جبکہ سائبر قوانین تکنیکی اور قانونی ہیں۔ دونوں میں معاشرتی انصاف اور تعاون کا اصول مشترک ہے۔ یہ تقابلی تجزیہ دکھاتا ہے کہ اسلامی فقہ روک تھام کو اللہ کی رحمت سے جوڑتی ہے جبکہ سائبر قوانین ریاست کی ذمہ داری پر۔ دونوں نظام ایک دوسرے کی تکمیل کر سکتے ہیں۔ محمد بن الحسن الشیبانی نے روک تھام کے اصول بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اللہ کا خوف اور اخلاقی تربیت جرائم کی سب سے بڑی روک ہے[41]۔ اسی طرح ابن الہمام

---

[37] أبو بكر محمد بن أحمد السرخسي، المبسوط، بیروت: دار المعرفة، 1993، ج24، ص78

[38] ابن الہمام، فتح القدیر، بیروت: دار الکتب العلمیة، 1995، ج5، ص145

[39] برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی، الہدایہ شرح بدایة المبتدی، بیروت: دار الکتب العلمیة، 1997، ج4، ص89

[40] أبو المعالي عبد الملك بن عبد الله الجويني، الإرشاد إلى قواطع الأدلة في أصول الاعتقاد، بیروت: دار الکتب العلمیة، 1995، ج1، ص167

[41] محمد بن الحسن الشیبانی، الکسب، بیروت: دار الکتب العلمیة، 1997، ص156

نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ معاشرتی انصاف اور تعلیم جرائم کی جڑوں کو کاٹتی ہے[42]۔ یہ تقابلی تجزیہ دکھاتا ہے کہ اسلامی فقہ روک تھام کو اخلاقی بنیاد پر دیکھتی ہے جبکہ سائبر قوانین تکنیکی ہیں۔ دونوں میں تعلیم اور تعاون مشترک ہیں۔ یہ مطالعہ جدید سائبر جرائم کے لیے دونوں اصولوں کے امتزاج کی اہمیت اجاگر کرتا ہے۔ روک تھام کے اصولوں کا تقابلی تجزیہ اسلامی فقہ کو لچکدار اور سائبر قوانین کو اخلاقی بناتا ہے۔ اس طرح دونوں نظام جرائم کی روک تھام میں ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہیں۔ یہ تقابلی مطالعہ دکھاتا ہے کہ اسلامی اصول سائبر قوانین کو اخلاقی گہرائی دے سکتے ہیں جبکہ جدید قوانین عملی اطلاق میں مدد کرتے ہیں۔ یہ تجزیہ امت کو جدید چیلنجز کا شرعی اور عملی حل فراہم کرتا ہے۔

9۔ سائبر جرائم کے انسداد میں اسلامی اصولوں کی افادیت

اخلاقی تربیت اور کردار سازی کی اہمیت

سائبر جرائم کے انسداد میں اسلامی اصولوں کی سب سے نمایاں افادیت اخلاقی تربیت اور کردار سازی کی صورت میں سامنے آتی ہے جو انسان کے اندر جرم سے روک تھام کا سب سے پائیدار اور گہرا محرک پیدا کرتی ہے۔ اسلام اخلاقی اقدار جیسے صداقت، امانت، دیانت، رحم اور دوسروں کے حقوق کی پاسداری کو ایمان کا لازمی حصہ قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے افضل وہ ہے جو تقویٰ میں سب سے زیادہ ہو۔ یہ آیت کردار سازی کی بنیاد رکھتی ہے جو سائبر دنیا میں بھی جھوٹ، دھوکہ، کردار کشی، ڈیٹا چوری اور آن لائن ہراسانی جیسے جرائم سے روکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ اخلاقی تربیت جرم کی جڑ کاٹ دیتی ہے۔ سائبر جرائم میں جہاں لوگ گمنامی کا فائدہ اٹھا کر غلط کام کرتے ہیں وہاں اسلامی کردار سازی اندرونی ضمیر کو زندہ رکھتی ہے اور اللہ کے خوف سے روکتی ہے۔ یہ تربیت خاندان، مسجد، مدرسہ اور تعلیمی اداروں میں دی جاتی ہے جو بچوں اور نوجوانوں کو سائبر دنیا میں ذمہ دارانہ رویہ اپنانے کی ترغیب دیتی ہے۔ اخلاقی تربیت سزا سے پہلے روک تھام کا کام کرتی ہے اور معاشرے کو جرائم سے پاک رکھتی ہے۔ یہ تربیت نئی نسل کو ذمہ دار شہری بناتی ہے جو ڈیجیٹل دنیا میں بھی اللہ کی اطاعت پر قائم رہتی ہے۔ امام نووی نے اخلاقی تربیت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ دل کی صفائی اور نفس کی اصلاح کا سب سے بڑا ذریعہ ہے جو جرائم کی جڑوں کو ختم کر دیتی ہے[43]۔ اسی طرح ابن قدامہ نے کردار سازی کو معاشرتی تحفظ کی بنیاد قرار دیا ہے جو جرم سے روک تھام میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے[44]۔ یہ اصول سائبر جرائم کے انسداد میں انتہائی موثر ہیں کیونکہ یہ جرم کی خواہش کو دل سے نکال دیتے ہیں۔ اس طرح اخلاقی تربیت اور کردار سازی اسلامی اصولوں کی سب سے بڑی طاقت ہیں جو سائبر دنیا میں بھی جرم کی روک تھام کرتے ہیں اور معاشرے کو تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ یہ تربیت جدید ٹیکنالوجی کے دور میں بھی نافذ العمل ہے اور سائبر جرائم کے خلاف ایک روحانی اور اخلاقی ہتھیار ہے۔

اسلامی معاشرتی نظام میں احتساب کا تصور

اسلامی معاشرتی نظام میں احتساب کا تصور سائبر جرائم کے انسداد کے لیے ایک طاقتور اور جامع اصول ہے جو فرد کو اپنے اعمال کا جواب دہ بناتا ہے اور معاشرے کو جرائم سے پاک رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا کہ ہر نفس اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے اور اسے اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے۔ یہ آیت احتساب کی بنیاد رکھتی ہے کہ انسان کو اپنے ہر عمل کا حساب دینا ہوگا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر شخص اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے اور اسے اللہ کے سامنے جواب دہی کرنی ہے۔ یہ احتساب صرف آخرت تک محدود نہیں بلکہ دنیا میں بھی معاشرتی، خاندانی اور ادارہ جاتی سطح پر نافذ ہوتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں احتساب کے ذریعے جرائم کی روک تھام کی جاتی ہے اور لوگوں کو غلط کام سے روکا جاتا ہے۔ سائبر جرائم میں جہاں گمنامی کی وجہ سے لوگ بے خوف ہو کر غلط کام کرتے ہیں وہاں احتساب کا تصور اندرونی ضمیر کو جگاتا ہے اور اللہ کے سامنے جواب دہی کا احساس پیدا کرتا ہے۔ یہ تصور معاشرتی نگرانی، خاندانی تربیت اور ادارہ جاتی احتساب کے ذریعے نافذ کیا جاتا ہے۔ احتساب جرائم کی روک تھام کے ساتھ اصلاح اور توبہ کا راستہ بھی کھولتا ہے۔ بدر الدین محمد بن بهادر الزركشي نے احتساب کے تصور کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ معاشرتی نظام کی حفاظت کرتا ہے اور جرائم کی جڑ کاٹتا ہے[45]۔ اسی طرح جلال الدین عبد الرحمن السيوطي نے احتساب کو معاشرتی انصاف کی بنیاد قرار دیا ہے جو جرائم کی روک تھام میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے[46]۔ یہ تصور سائبر جرائم کے انسداد میں انتہائی

---

[42] ابن الهمام، فتح القدير، بیروت: دار الكتب العلمية، 1995، ج5، ص167

[43] يحيى بن شرف النووي، رياض الصالحين، بیروت: دار الكتب العلمية، 1998، ج1، ص89

[44] موفق الدين ابن قدامة، المغني، بیروت: دار الفكر، 1985، ج11، ص167

[45] بدر الدين محمد بن بهادر الزركشي، المنثور في القواعد، بیروت: دار الكتب العلمية، 1985، ج3، ص123

[46] جلال الدين عبد الرحمن السيوطي، الإتقان في علوم القرآن، بیروت: دار الكتب العلمية، 1998، ج3، ص210

مفید ہے کیونکہ یہ لوگوں کو گمنامی کے باوجود غلط کام سے روکتا ہے۔ احتساب کا اسلامی تصور سزا سے پہلے روک تھام پر زور دیتا ہے اور معاشرے کو جرائم سے پاک رکھتا ہے۔ اس طرح یہ اصول اسلامی معاشرتی نظام کی طاقت ہے جو سائبر دنیا میں بھی جرم کی روک تھام کرتا ہے اور لوگوں کو اللہ کی طرف جواب دہی کا احساس دلاتا ہے۔ یہ تصور جدید ٹیکنالوجی کے دور میں بھی نافذ العمل ہے اور سائبر جرائم کے خلاف ایک روحانی ہتھیار ہے۔

جدید قانون سازی میں اسلامی اصولوں کی ممکنہ شمولیت

جدید قانون سازی میں اسلامی اصولوں کی شمولیت سائبر جرائم کے انسداد کے لیے ایک موثر، جامع اور پائیدار حکمت عملی ثابت ہو سکتی ہے کیونکہ یہ اصول انسانی فطرت، انصاف اور رحمت پر مبنی ہیں۔ اسلامی اصول جیسے امانت، دیانت، راز داری کی حفاظت، دوسروں کے حقوق کی پاسداری اور احتساب کو سائبر قوانین میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر ڈیٹا پرائیویسی کے قوانین میں اسلامی راز داری کے تصور کو شامل کر کے ذاتی معلومات کی حفاظت کو شرعی بنیاد دی جا سکتی ہے۔ کردار کشی اور ہراسانی کے قوانین میں اسلامی اخلاقیات کو شامل کر کے سوشل میڈیا پر نفرت انگیز مواد اور جھوٹی افواہوں کو روکا جا سکتا ہے۔ اسلامی اصولوں کی شمولیت سے قوانین صرف سزا پر نہیں بلکہ روک تھام، اصلاح اور اخلاقی تربیت پر بھی زور دیں گے۔ یہ شمولیت جدید قوانین کو انسانی حقوق اور معاشرتی انصاف سے ہم آہنگ کرے گی۔ اسلامی اصولوں کی یہ شمولیت سائبر جرائم کے انسداد کو زیادہ موثر اور پائیدار بنائے گی۔ احمد بن ادریس القرافی نے مقاصد شریعت کی روشنی میں اصولوں کی شمولیت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ اصول ہر دور میں قوانین کی رہنمائی کرتے ہیں اور معاشرتی مصالح کی حفاظت کرتے ہیں[47]۔ اسی طرح تقي الدين علي بن عبد الكافي السبكي نے اسلامی اصولوں کی جامعیت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ اصول جدید مسائل میں بھی رہنمائی فراہم کرتے ہیں اور قوانین کو انسانی فطرت سے ہم آہنگ رکھتے ہیں[48]۔ یہ اصول سائبر قوانین کو صرف سزا پر محدود نہیں رکھتے بلکہ اخلاقی تربیت اور احتساب کو بھی شامل کرتے ہیں۔ اسلامی اصولوں کی شمولیت سے قوانین میں رحمت اور انصاف کا توازن قائم رہے گا۔ اس طرح جدید قانون سازی میں اسلامی اصولوں کی ممکنہ شمولیت سائبر جرائم کے انسداد کو زیادہ جامع اور انسانی بناتی ہے جو ڈیجیٹل دور کی ضروریات کو پورا کرتی ہے۔ یہ شمولیت قوانین کو صرف قانونی نہیں بلکہ اخلاقی اور روحانی بنیاد بھی دیتی ہے جو معاشرے کو جرائم سے پاک رکھنے میں مدد دیتی ہے۔

10۔ نتائج و سفارشات

تحقیق کے بنیادی نتائج

سائبر جرائم کے انسداد کے تناظر میں اسلامی فقہ اور معاصر سائبر قوانین کا تقابلی جائزہ بتاتا ہے کہ دونوں نظاموں میں بنیادی مقصد معاشرتی امن اور انسانی حقوق کی حفاظت ہے۔ اسلامی فقہ میں چوری، ڈاکہ، توہین اور فتنہ پھیلانے جیسے جرائم کی روک تھام کے لیے سخت اخلاقی اصول اور سزائیں موجود ہیں جو سائبر دنیا میں بھی لاگو ہو سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر ڈیٹا چوری کو امانت میں خیانت اور آن لائن ہراسانی کو ایذا رسانی قرار دیا جا سکتا ہے۔ دوسری طرف معاصر قوانین تکنیکی شواہد، ڈیجیٹل فورنسک اور بین الاقوامی تعاون پر مبنی ہیں جو تیزی سے تبدیل ہوتے سائبر خطرات سے نمٹنے کے لیے موزوں ہیں۔ دونوں میں مشترکہ نکات جیسے جرم کی شدت کے مطابق سزا اور متاثرہ فریق کی تلافی نمایاں ہیں۔ تاہم اسلامی فقہ نیت، توبہ اور اصلاحی اقدامات کو ترجیح دیتی ہے جبکہ جدید قوانین میں ثبوت کی حتمیت اور فوری سزا پر زور ہوتا ہے۔ یہ تقابل ظاہر کرتا ہے کہ اسلامی اصولوں کو جدید قوانین میں شامل کر کے زیادہ متوازن اور اخلاقی بنیاد پر مبنی نظام بنایا جا سکتا ہے۔ اس طرح سائبر جرائم کے خلاف انصاف کا قیام زیادہ موثر اور پائیدار ہو گا۔

سائبر جرائم کے مؤثر انسداد کے لیے تجاویز

تحقیق کے بنیادی نتائج سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی فقہ سائبر جرائم کو روایتی جرائم کی طرح دیکھتی ہے اور ان کے انسداد کے لیے عدل، انصاف اور معاشرتی بہتری کے اصول پیش کرتی ہے۔ یہ اصول معاصر قوانین کے تکنیکی فریم ورک کو اخلاقی سمت دے سکتے ہیں۔ مطالعہ میں یہ بات سامنے آئی کہ پاکستان جیسے ممالک میں جہاں اسلامی اقدار غالب ہیں، سائبر قوانین کو اسلامی فقہ کے ساتھ ہم آہنگ کرنے سے عوامی قبولیت بڑھ سکتی ہے۔ دونوں نظاموں کے درمیان فرق نیت اور توبہ کے معاملے میں زیادہ ہے جہاں اسلامی فقہ اصلاح کی گنجائش رکھتی ہے جبکہ جدید قوانین زیادہ تر سزا پر مرکوز ہوتے ہیں۔ نتائج یہ بھی بتاتے ہیں کہ سائبر جرائم کی نوعیت بدلتی رہتی ہے اس لیے خالص تکنیکی قوانین ناکافی

---

[47] احمد بن ادریس القرافی، الفروق، بیروت: دار الكتب العلمية، 1998، ج5، ص89

[48] تقي الدين علي بن عبد الكافي السبكي، الإبهاج في شرح المنهاج، بیروت: دار الكتب العلمية، 1984، ج4، ص167

ثابت ہو سکتے ہیں۔ اسلامی فقہ کے انسانی اور اخلاقی پہلوؤں کو شامل کر کے قوانین میں لچک اور انصاف کا توازن پیدا کیا جا سکتا ہے۔ یہ نتائج مستقبل کے قانون سازی کے لیے ایک جامع رہنما اصول فراہم کرتے ہیں جو نہ صرف جرائم کو روکے بلکہ معاشرے میں اخلاقی اقدار کو بھی مضبوط کرے۔

مستقبل کی تحقیق کے امکانات

سائبر جرائم کے مؤثر انسداد کے لیے سفارش کی جاتی ہے کہ پاکستان کے سائبر قوانین میں اسلامی فقہ کے بنیادی اصولوں جیسے امانت کی حفاظت، ایذا رسانی کی ممانعت اور توبہ کی حوصلہ افزائی کو واضح طور پر شامل کیا جائے۔ قانون ساز اداروں کو علما اور ٹیکنالوجسٹس پر مشتمل مشترکہ کمیٹی بنانی چاہیے جو قوانین کی مسودہ سازی میں دونوں نقطہ نظر کو ضم کرے۔ تعلیمی نصاب میں سائبر اخلاقیات اور اسلامی رہنمائی کو شامل کر کے نئی نسل کو ذمہ دار شہری بنایا جا سکتا ہے۔ سزا کے ساتھ ساتھ اصلاحی پروگرامز جیسے کونسلنگ اور کمیونٹی سروس کو متعارف کرایا جائے۔ بین الاقوامی سطح پر اسلامی ممالک کے ساتھ تعاون بڑھا کر مشترکہ سائبر سیکیورٹی فریم ورک تیار کیا جائے۔ آگاہی مہمات کے ذریعے عوام کو سائبر جرائم کے نقصانات اور اسلامی نقطہ نظر سے ان کی روک تھام کے بارے میں بتایا جائے۔ ان تجاویز پر عمل درآمد سے نہ صرف جرائم کی شرح کم ہو گی بلکہ سائبر دنیا میں اخلاقی اقدار اور انصاف کا فروغ بھی ممکن ہو گا۔ مستقبل میں یہ شعبہ مزید تحقیق اور عملی اقدامات کا تقاضا کرتا ہے۔